شہید کی شرعی اور فقہی تعریف

حافظ محمد سعد اللہ

ریسرچ اسکالر

شہید، جس کی فضلیت میں قرآن مجید کے صفحات بھرے پڑے ہیں، جسے اللہ نے مردہ کہنے بلکہ مردہ گمان سے کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ جسے اللہ نے انبیاء وصدیقین وصالحین کے ساتھ شمار کیا ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ فرمایا ہے، جس کے تمام گناہوں پر خون کا پہلا قطرہ گرنے سے پہلے ہی یکسر قلم پھیر دیا جاتا ہے جس پر ملائکہ اپنے نورانی پروں سے سایہ کرتے ہیں، جو جنت کے بلند ترین مقام پر فائز ہوگا، جس کے زخموں سے یوم محشر مشک کی خوشبو آئے گی، علاوہ ازیں خود پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے شہادت کی آرزو کر کے جس کے ارفع واعلیٰ مقام کو چار چاند لگائے اور جس کا بلند مرتبہ حاصل کرنے کی تمنا ہر مؤمن کے دل میں موجزن ہوتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن
نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

ضرورت ہے کہ اس امر کا تعین کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ کون وہ خوش نصیب آدمی ہے جسے قرآن وحدیث میں ''شہید'' کے پاک اور مبارک نام سے تعبیر کیا جاتا ہے تا کہ اس لفظ کا تقدس قائم رہے۔

شہید کی لغوی تحقیق:

ایسے ''شہید'' کے تعین سے قبل مناسب ہے کہ اس لفظ کی لغوی تحقیق کا بھی تھوڑا سا جائزہ لے لیا جائے۔ شہید کا لفظ ایک تو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں شامل ہے، جس کے معنی ہیں **الذی لا یغیب عن علمه شئی** ''یعنی وہ (علیم وخبیر) ذات جس کے احاطہ علم سے کوئی شے باہر نہ ہو۔ دوسرے اس کے معنی گواہ کے ہیں اور قرآن مجید میں اکثر مقامات پر یہ لفظ انہی معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ اس لفظ کے تیسرے معنی، جس پر ان سطور میں قدرے تفصیل سے عرض کرنا مقصود ہے، علماء لغت کے نزدیک ''مقتول فی سبیل اللہ'' کے ہیں لغت کی معروف کتابوں مثلاً لسان العرب، البستان، القاموس، محیط المحیط، منتہی

الارب اور المنجد وغیرہ میں یہ معنی موجود ہے۔لغت کی شہرۂ آفاق کتاب تاج العروس میں ہے:

الشهيد في الشرع القتيل في سبيل الله۔(۱)

یعنی شریعت کی نگاہ میں شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جائے۔

تھوڑا سا آگے چل کر صاحب تاج العروس نے لکھا:

الشهيد في الاصل من قتل مجاهدا في سبيل الله ثم اتسع فيه.

دراصل شہید وہ ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے پھر اس لفظ میں وسعت دی گئی اور اس کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہونے لگا جن کو نبی اکرم ﷺ نے شہید کا نام دیا۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک بھی اصل اور معروف شہید وہی تھا جو اللہ کے راستے میں مارا جائے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا:

ما تعدون الشهيد فيكم؟ قالوا يارسول اللّٰه! من قتل في سبيل اللّٰه فهو شهيد۔(۲)

تم کس آدمی کو شہید سمجھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری نگاہ میں جو شخص اللہ کے راستے میں مارا جائے بس وہی شہید ہے۔

مگر حضور ﷺ نے کچھ اور لوگوں کو بھی شہداء کے زمرے میں شامل فرمایا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اصل میں یہ لفظ ''شہود'' (حاضر ہونا) یا ''شہادۃ'' (گواہی دینا) سے ماخوذ ہے۔اور شہود یا شہادت، دونوں کا مفہوم اس میں ملحوظ ہے۔چنانچہ ملاعلی قاریؒ نے قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

الشهيد فعيل من الشهود بمعنى مفعول لان الملئكة تحضره، وتبشره بالفوز والكرامة او بمعنى فاعل لانه يلقى ربه ويحضر عنده كما قال تعالىٰ والشهداء عند ربهم او من الشهادة فانه بين صدقه في الايمان والاخلاص في الطاعة ببذل النفس في سبيل اللّٰه او يكون تلو الرسل في الشهادة على الامم يوم القيامة۔(۳)

كل شيء يرجع الى اصله ...... ھر کسی کو دور ماند از اصل خویش ...... باز جوید روزگار وصل خویش

ترجمہ: شہید کا لفظ فعیل کے وزن پر مادہ شہود سے مفعول کے معنوں میں ہے کیونکہ ملائکہ اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اسے بہت بڑی کامیابی اور اللہ کے ہاں اس کے اعزاز و اکرام کی بشارت دیتے ہیں یا اسی مادہ شہود سے یہ لفظ فاعل کے معنوں میں ہے کیونکہ شہید اپنے پرودگار سے خصوصی ملاقات کرتا ہے اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ شہداء اپنے رب کے ہاں ہوتے ہیں۔ یا یہ لفظ شہادۃ کے مادہ سے مشتق ہے کیونکہ اللہ کے راستے میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اس نے اس بات کا ثبوت اور گواہی پیش کی ہے کہ وہ اپنے ایمان اور نیکی کے اندر اخلاص میں سچا تھا۔ یا اس لئے کہ وہ قیامت کے دن تمام امتوں پر گواہی دینے کے معاملے میں انبیاء علیہم السلام کے بعد دوسرے نمبر پر ہوگا۔

شہید کی وجہ تسمیہ:

اللہ کے راستے میں عزیز ترین متاع، جان کا ہدیہ پیش کرنے والے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ''شہید'' کا مبارک اور پر عظمت نام کیوں دیا؟ اس کی تین چار وجوہات تو اوپر کی عبارت میں قاضی عیاضؒ کے حوالے سے آ گئیں۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے فقہاء و محدثین کرام نے کچھ وجوہات بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور زبیدی نے تاج العروس میں شہید کی وجہ تسمیہ لکھتے ہوئے چند وجوہات بیان کی ہیں۔ جو بڑی ایمان افروز ہیں۔

چنانچہ زبیدی لکھتے ہیں:

واختلف فی سبب تسمیته فقیل لان ملئکة الرحمة تشهده الخ.

شہید کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یعنی اس کے غسل کے وقت اور اس کی روح کے جنت کے منتقل ہونے کے وقت حاضر ہوتے ہیں۔

اولان اللّٰه وملئکة، شهود له بالجنة.

(یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس (شہید) کیلئے جنت کے گواہ ہیں)

او لانہ ممن یستشھد یوم القیامۃ مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی الامم الخالیۃ۔

(یا اس لئے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی گواہی پچھلی امتوں کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی گواہی کے ساتھ قبول کی جائے گی)۔

او لسقوطہ علی الشاھدۃ ای الارض۔

(یا اس لئے کہ وہ شاہدہ یعنی زمین پر دوران جہاد گر جاتا ہے)۔

او لانہ یشھد ملکوت اللّٰہ و ملکہ

(یا اس لئے کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ کا مشاہدہ کرتا ہے)

اولقیامہ بشھادۃ الحق فی امر اللّٰہ حتی قتل۔

(یا اس لئے کہ وہ اللہ کے معاملے میں حق کی شہادت کو قائم کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے)

او لانہ یشھد ما اعداللہ لہ من الکرامۃ بالقتل۔

(یا اس لئے کہ وہ اللہ کے رستے میں قتل کے ساتھ اس شرف اور مرتبہ و مقام کو دیکھ لیتا ہے جو اللہ نے اس کے واسطے تیار کر رکھا ہے)

او لانہ شھد لہ بالایمان وخاتمۃ الخیر بظاھر حالہ.

(یا اس لئے کہ اس کے ظاہر حال سے اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی گواہی دی جاتی ہے)

او لان علیہ شاھدا بشھادۃ، وھو دمہ۔(۴)

(یا اس لئے کہ اس پر ایک گواہ ہے جو اس کی شہادت پر گواہ ہے اور وہ گواہ اس کا خون ہے)

شہید کی قسمیں:

حدیث اور فقہ کی کتابوں کے تتبع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رؤف و رحیم نبی ﷺ نے شہید کی دو بڑی قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک تو وہ ظاہری قانونی، اور شرعی شہید، جو بر سر عام اللہ و رسول، اعلاء

فلک بہ مردم نادان دھد زمام مراد ......☆......تو اھل فضلی و دانش، ھمین گناھت بس

کلمۃ اللہ اور اپنے ملک وقوم کی خاطر اپنی جان قربان کردیتا ہے، ایسے ہی شہیدوں کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا۔(۵)

ترجمہ: اور جولوگ اللہ کے رستے میں قتل کردیے جائیں انہیں مردہ مت گمان کرو۔

اور جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسے بلاغسل اور انہی کپڑوں میں دفن کرو جن میں وہ جام شہادت نوش کرتا ہے اور بعض آئمہ کے نزدیک جس پر نماز جنازہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ چنانچہ غزوہ احد کے دن شہداء کے متعلق آپ نے فرمایا:

ادفنوھم بدماء ھم وثیابھم۔(۶)

ان شہداء کو ان کے خون اور خون آلودہ کپڑوں سمیت دفن کردو۔

ایک دوسری حدیث میں احد کے بلند نصیب شہیدوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

زملوھم بدماء ھم فانہ لیس کلم یکلم فی اللّٰہ الا یاتی یوم القیامۃ یدی لونہ لون الدم وریحہ ریح المسک۔(۷)

ترجمہ: ان شہیدوں کو ان کے خون سمیت (یعنی بغیر غسل دیے خون آلود کپڑوں میں) لپیٹ دو کیونکہ جس آدمی نے بھی اللہ کے رستے میں زخم کھایا ہوگا وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ کے حضور پیش ہوگا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اس خون کی خوشبو مشک کی سی خوشبو ہوگی۔ اور خون آلود کپڑوں سمیت دفن کرنے میں حکمت لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ:

ان اللّٰہ طھرھم من الذنوب فلایوثر علیھم نجاسۃ الدم۔(۸)

یعنی باری تعالیٰ نے انہیں تمام گناہوں سے پاک کردیا ہے لہٰذا خون کی نجاست (یا موت کی نجاست) ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

اور تاکہ یہ خون آلود کپڑے اور خون سے لت پت زخمی جسم بروز قیامت ان کے لئے باعث صد افتخار ہو جیسا کہ سنن نسائی کی مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا۔

اور جن آئمہ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ ان کے نزدیک غسل نہ دینے کے حکم میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ میت کے غسل کا وجوب نماز کے واسطے ہے تو جس میت پر نماز

جنازہ پڑھنے کی ہی ضرورت نہیں اسے غسل دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ دوسرے اس بے مثال عبادت کا اثر زائل نہ ہو جائے جو اس میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے، سرانجام دی ہے۔

شہیدوں کی دوسری قسم وہ ہے جنہیں بوجوہ اپنی امت پر حریص اور رؤف ورحیم نبی ﷺ نے اخروی ثواب اور مرتبہ کے اعتبار سے مجازی طور پر کامل اور حقیقی شہیدوں کے ساتھ شریک فرمایا ہے اور یہ شرکت بھی ثواب اور مرتبہ ومقام کی ان بعض قسموں میں ہے جو کامل وحقیقی شہیدوں کو بارگاہ ایزدی میں حاصل ہوں گی نہ کہ انہیں حاصل شدہ ثواب ودرجات کی تمام قسموں میں۔ چنانچہ ملا علی قاری نے اس امر کی یوں وضاحت کی ہے:

انھم یشارکون الشھداء فی نوع من انواع المثوبات التی یستحقھا الشھداء لا المساواۃ فی جمیع انواعھا۔(۹)

یعنی وہ اخروی شہداء حقیقی شہیدوں کو ملنے والے ثواب ودرجات کی بے شمار اقسام میں سے کسی ایک قسم میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے۔ نہ کہ ثواب کی جملہ اقسام میں۔

صاحب فتح الباری نے لکھا ہے:

والذی یظھران المذکورین لیسوا فی المرتبۃ سواء۔(۱۰)

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی اور مجازی شہداء مرتبے میں برابر نہیں۔ حقیقی اور کامل شہیدوں کے ساتھ قدرے ثواب میں شریک ان اخروی شہیدوں کا غسل اور کفن دفن عام مسلمان مردوں کی مانند ہوگا۔ یعنی انہیں غسل دیا جائے گا اور حالت مرگ کے کپڑے اتار کر نئے کپڑوں میں کفنا کر دفن کیا جائے گا۔ شرعی اور فقہی احکام کے اعتبار سے ان کے ساتھ کامل اور قانونی وحقیقی شہیدوں کا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔ حقیقی وکامل شہیدوں کے اخروی ثواب میں رحمۃ للعالمین اور رؤف رحیم نبی ﷺ نے مختلف احادیث میں مختلف مواقع پر بہت سے لوگوں کو شامل فرمایا ہے۔

مثلاً ایک حدیث میں فرمایا:

الشھادۃ سبع سوی القتل فی سبیل اللّٰہ المطعون شھید والغریق شھید وصاحب ذات الجنب شھید والمبطون شھید و صاحب الحریق شھید والذی یموت تحت الھدم شھید والمرء ۃ تموت

بجمع شهيد رواه مالک و ابو داؤد۔(۱۱)

ترجمہ: اللہ کے رستے میں قتل کے علاوہ شہادت کی سات قسمیں ہیں چنانچہ طاعون کی عام وبا میں مرنے والا شہید، ڈوب کر مرنے والا شہید، پہلو کے درد سے مرنے والا شہید، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید، جل کر مرنے والا شہید، دیوار کے نیچے آ کر مرنے والا شہید اور وہ عورت بھی شہید ہے جو ولادت کی تکلیف سے مر جائے۔

اسی طرح دارقطنی نے ابن عمر سے ایک صحیح روایت یوں نقل کی کہ موت الغریب شہادۃ (۱۲) (مسافر کی موت شہادت ہے) اسی طرح کے کئی اور اسباب ہیں جن کے باعث مرنے والے پر احادیث میں شہید کا لفظ بولا گیا ہے۔

مثال کے طور پر فرمایا:

من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد۔(۱۳)

ترجمہ: جو شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنی جان کے بچاؤ میں مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں جان دے بیٹھا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی عزت وآبرو بچاتے ہوئے مارا گیا تو وہ شہید ہے۔

ایک حدیث میں یوں فرمایا:

من فصل في سبيل الله فمات او قتل او وقصه فرسه، او بعيره، او لدغته هامة او مات على فراشه باى حتف شاء الله فانه شهيد وان له الجنه رواه ابو داؤد۔(۱۴)

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے اللہ کے رستے میں جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوا پھر کسی طرح مر گیا یا دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہوا یا اسے اس کے گھوڑے یا اونٹ نے گرا کر مار دیا یا، اسے کسی زہریلے جانور نے کاٹ کھایا یا وہ اپنے بستر پر ہی بقضائے الٰہی مر گیا تو وہ شہید ہے اور اس کے واسطے بلاشبہ جنت ہے۔

اگرچہ تو بیکار پتھر مرمر ہے لیکن کسی صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو گوھر بن جائے گا

بہر کیف اس طرح کے اور کئی ایک مرنے والوں کو شہداء کی صف میں شریک کیا گیا ہے۔ امام سیوطی نے ان کی تعداد تیس بعض نے چالیس اور بعض علماء نے پچاس سے بھی زائد بتائی ہے۔(۱۵) جن کی تفصیل بتانا زیر بحث مضمون میں مقصود نہیں۔

تنبیہ:

یاد رہے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ کے رستے میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ احادیث میں جن لوگوں پر شہید کا لفظ بولا گیا ہے وہ مجازی معنوں میں ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس امر کی وضاحت یوں فرمائی:

و اذا تقدر ذالک فیکون اطلاق الشهداء علی غیر المقتول فی سبیل الله مجازا۔(۱۶)

ترجمہ: جب یہ بات ثابت ہوگئی (کہ شہداء کی دو قسمیں ہیں) تو اللہ کے رستے میں نہ قتل ہونے والے پر شہید کا اطلاق (لفظ شہید کا بولا جانا) بطور مجاز ہوگا۔ شہید کی مذکورہ تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی شافعیؒ نے لکھا ہے:

الشہید نوعان:

احدهما من لا یغسل ولا یصلی علیه وهو من مات بسبب قتال الکفار حال قیام القتال، سواء قتله کافر، او اصابه سلاح مسلم خطاء، او عاد سلاحه الیه، او سقط عن فرسه او رمحته دابة فمات او وجد قتیلا عند انکشاف الحرب ولم یعلم سبب موته سواء کان علیه اثر دم ام لا، اما اذا مات فی معترک الکفار لابسبب القتال بل بمرض او فجاة فالمذهب انه لیس شهید.

النوع الثانی:

الشهداء العاورن عن جمیع الاوصاف المذکوره، کالمبطون والمطعون والغریق والغریب والمیت عشقا والمیتة فی الطلق

و من قتله مسلم او ذمی او باغ فی غیر القتال فهم کسائر الموتی یغسلون و یصلی علیهم و ان ورد فیهم لفظ الشهادة۔(۱۷)

ترجمہ: شہید کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم تو وہ جس کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے) اور وہ، وہ ہے جو کفار کے ساتھ لڑائی کے باعث دوران جنگ مارا جائے۔ چاہے اسے کسی کافر نے مارا ہو یا غلطی سے کسی مسلمان کا نشانہ بن گیا ہو یا خود اپنے ہتھیار سے مارا گیا ہو یا اپنے گھوڑے سے گر کر مر گیا ہو یا گھوڑے نے اسے پھینکا اور وہ مر گیا یا جنگ ختم ہونے پر وہ مردہ پایا گیا اور اس کی موت کا سبب معلوم نہ ہو چاہے اس پر خون کا نشان ہو یا نہ ہو۔ البتہ جب میدان جنگ میں مر جائے مگر جنگ کے سبب نہیں بلکہ کسی مرض سے یا اچانک کی موت مر جائے تو صحیح بات یہی ہے کہ وہ حقیقی شہید نہیں ہے۔

شہید کی دوسری قسم ان (مجازی) شہداء پر مشتمل ہے جن میں مذکورہ اوصاف یا موت کے اسباب نہیں پائے جاتے مثلاً پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، طاعون میں مرنے والا، سفر میں مرنے والا، عشق کی آگ میں مرنے والا، دردزہ میں مرنے والی، جسے کوئی مسلمان، ذمی یا باغی میدان جنگ سے باہر کہیں قتل کر دے۔ یہ سب لوگ مسلمانوں کے عام مردوں کی مانند ہیں جن کو غسل دیا جائے گا اور جن پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ ان کے بارے میں لفظ شہادت وارد ہوا ہے۔

مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے شہداء کی اس تقسیم کو بطور خلاصہ یوں واضح کیا ہے:

...........ویتحصل مما ذکر فی هذه الاحادیث ان الشهداء قسمان شهید الدنیا وشهید الآخرة وهو من یقتل فی حرب الکفار مقبلا غیر مدبر مخلصا وشهید الآخرة وهو من ذکر بمعنی انهم یعطون من جنس اجر الشهداء ولا تجری علیهم احکامهم فی الدنیا۔(۱۸)

ترجمہ: ان گزشتہ احادیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ شہیدوں کی دو قسمیں ہیں ایک دنیوی شہید اور دوسرے اخروی شہید۔ دنیوی شہید وہ ہیں جو کفار کے ساتھ جنگ میں خلوص نیت سے مردانہ وار لڑتے ہوئے مارے جائیں اور دوران جنگ انہوں نے پیٹھ نہ پھیری ہو اور آخرت کے شہید وہ جنہیں دنیوی (اور حقیقی) شہیدوں کے ملنے والے عظیم صلہ میں سے کچھ عطا کیا جائے گا اور ان پر دنیا میں حقیقی شہیدوں کے احکام (غسل نہ دینا وغیرہ) جاری نہ ہوں گے۔

حقیقی شہید کی شرائط:

حقیقی، قانونی اور شرعی طور پر جسے ہم شہید کہہ سکتے ہیں اور جس پر شہید کے احکام، (غسل نہ دینا اور خون آلود کپڑوں میں کفنانا اور شوافع کے نزدیک نماز جنازہ بھی نہ پڑھنا) لاگو ہوتے ہیں، اس کی کچھ شرائط ہمارے فقہاء نے متعین کی ہیں۔ اگر کوئی آدمی ان شرائط پر پورا اترتا ہے تو شرعی طور پر اسے شہید سمجھا جائے گا۔ قطع نظر اس کے کہ وہ عنداللہ بھی شہید ہے یا نہیں کیونکہ نیتوں کو جاننے والی صرف اور صرف اللہ کی علیم بذاب الصدور ذات ہے۔ شریعت کے احکام میں ظاہر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ ان شرائط کو فقہ کی کتابوں مثلاً فتاوی شامی، ہدایہ، المبسوط، فتح القدیر، تبیین الحقائق وغیرہ میں اپنے اپنے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ ابوبکر کاسانی نے بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کی جلد اول میں شرائط کو ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی ترتیب کے ساتھ وہ شرائط بمع ضروری تشریح کے درج ذیل ہیں۔

پہلی شرط: مقتول ہو:

قانونی اور شرعی طور پر شہید کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مقتول (مارا گیا) ہو اور بالخصوص دشمنان اسلام کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہو۔

اس شرط کی رو سے جو آدمی اپنی موت آپ مرے، گر کر مرے، آگ سے جل کر مرے، کسی دیوار کے نیچے آ کر مرے یا پانی میں ڈوب کر مرے قانونی اعتبار سے شہید نہیں کہلائیگا اگر چہ اخروی ثواب کے اعتبار سے شہید ہی ہو۔ (۱۹) کیونکہ ایک تو وہ مقتول نہیں دوسرے شہدائے احد کے معنی میں نہیں۔ اس

لئے کہ شہید کا حکم لگانے میں اصل شہدائے احد ہیں۔ جس آدمی میں شہدائے احد والا مفہوم ہوگا اسی پر شہید کا اطلاق ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ صاحب ہدایہ مرغینانی نے شہید کی تعریف یوں کی ہے۔

الشهيد من قتله، المشركون او وجد فى المعركة وبه اثر او قتله المسلمون ظلما...... ومن قتله اهل الحرب او اهل البغى او قطاع الطريق فباى شئى قتلوه۔(۲۰)

ترجمہ: شہید وہ آدمی ہے جسے مشرکوں نے قتل کیا (مارا) ہو یا وہ مرا ہوا میدان جنگ میں پایا جائے اور اس پر زخموں کے نشانات ہوں یا جسے مسلمانوں نے بطور ظلم قتل کر دیا ہو...... اور وہ جسے اہل حرب یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہو چاہے جس چیز سے قتل کیا ہو۔

اختلاف ائمہ:

یہاں احناف سے باقی ائمہ کا کچھ اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اہل حرب کے ہاتھوں اگر کوئی مسلمان مارا جائے تو وہ شہید ہے لیکن باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں مقتول قانونی شہید نہیں۔(۲۱)

اسی طرح امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حقیقی اور قانونی شہید صرف وہی ہے جو میدان جنگ میں کفار اور اعداء اسلام کے ہاتھوں مارا جائے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کتاب الام میں اسی امر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

وكل هؤلاء يغسل ويصلى عليه لان الغسل والصلوة سنة من بنى آدم لا يخرج منها الا من تركه رسول الله صلى الله عليه وسلم فهم الذين قتلهم المشركون الجماعة خاصة فى المعركة۔(۲۲)

ترجمہ: اہل حرب بغاوت اور چوروں وڈاکوؤں کے ہاتھوں مرنے والوں میں سے ہر ایک کو عام مردوں کی مانند غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ میت کا غسل اور جنازہ بنی آدم کا عام طریقہ ہے جس سے صرف انہی لوگوں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے جن کو خود رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا ہے اور وہ وہ لوگ ہیں جنہیں مشرکین اجتماعی طور پر میدان جنگ میں قتل کر دیں۔

مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے، جب وہ ختم ہوئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے

بالواسطہ مقتول بھی شہید ہوگا:

مشرکین اور اہل حرب کا یہ قتل کرنا براہ راست ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب اور واسطہ بنے ہوں دونوں صورتیں برابر ہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں اس کی موت انہی کی طرف منسوب ہوگی۔ چنانچہ زیلعی نے لکھا ہے:

لو اوطئوا دابتهم مسلما او نفروا دابة مسلم فرمته او رموه من السور او القو عليه حائطا او رموبنا رفا حرقوا سفنهم وما اشبه ذالک من الاسباب فمات به مسلم كان شهيد۔(۲۳)

ترجمہ: اہل حرب اپنے چوپائے کو کسی مسلمان پر چڑھا دیں یا وہ کسی مسلمان کے چوپائے کو بھگائیں جس کے نتیجے میں وہ چوپایہ مسلمان کو نیچے پھینک دے یا وہ مسلمان کو فصیل سے نیچے پھینک دیں یا مسلمان پر دیوار گرادیں یا مسلمانوں پر آگ کے گولے پھینکیں جس سے ان کی کشتیاں جل جائیں یا اس قسم کا کوئی اور ذریعہ اپنائیں جس سے کسی مسلمان کی موت واقع ہو جائے تو وہ شہید ہوگا۔

امام مالک علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو دشمن پتھر سے مار دے یا لاٹھی سے مار دے یا گلہ دبا کر مار دے تو کیا اس مقتول کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو شہید کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی کیا اسے غسل وغیرہ نہ دیا جائے؟ تو امام مالکؒ نے فرمایا:

انه من قتل فمات فی المعركة فهو شهيد وقد يقتل الناس بالوان من القتل فكلهم شهيد فكل من قتله العدو بای قتلة كانت بصبر او غيره فی معركة او غير معركة فاراه مثل الشهيد فی المعركة۔(۲۴)

ترجمہ: جس شخص کو قتل کیا جائے اور وہ میدان جنگ میں مارا جائے تو وہ شہید ہے کیونکہ لوگوں کو کئی طرح سے قتل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جسے دشمن اسلام قتل کرے چاہے قید کر کے قتل کرے یا کسی اور طریقے سے قتل کرے وہ میدان جنگ میں قتل کیا جائے یا میدان جنگ سے باہر تو اس مقتول کو میں اسی شہید کی مانند سمجھتا ہوں جو میدان جنگ میں مارا جائے۔

دوسری شرط۔شرعی حق میں نہ مارا گیا ہو:

قانونی طور پر شہید کہلانے والے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اسے بطور ظلم قتل کیا گیا ہو نہ کہ کسی شرعی حق میں۔ چنانچہ جو آدمی کسی شرعی حق میں مارا گیا مثلاً قصاص (جان کے بدلے جان) میں یا بدکاری کی حد (شرعی سزا) رجم (سنگساری) میں مارا گیا تو وہ شہید نہ ہوگا نہ دنیوی شہید اور نہ اخروی شہید۔ کیونکہ کسی شرعی حق میں مارے جانے والے میں شہدائے احد کا مفہوم یعنی بطور ظلم مارا جانا نہیں پایا جاتا ایک روایت بھی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ کسی شرعی حد میں مارے جانے والے پر شہید کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمیؓ کو جب ان کے اقرار بالزنا پر سنگسار کر دیا گیا تو ان کا چچا بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: ماعز اس طرح مار دیا گیا جس طرح کتے مار دیے جاتے ہیں۔

اب فرمایئے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا یہ بات مت کہو کہ وہ کتوں کی موت مرا بلکہ اس نے ایسی مقبول توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کو تمام اہل زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو رہے۔ جا اسے غسل دے، کفن دے اور اس پر نماز جنازہ پڑھ۔(۲۵)

اسی طرح جو آدمی کسی دوسری شرعی حد میں مارا جائے یا تعزیری سزا میں مارا جائے یا وہ کسی دوسری قوم پر بطور ظلم چڑھائی کرے جس کے نتیجے میں مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہوگا کیونکہ ان صورتوں میں کسی آدمی نے اس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا ہے دوسرے یہ کہ شہید اللہ کی رضا اور خوشنودی کی تلاش میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے جبکہ یہ مفہوم اس مقتول میں نہیں پایا جا سکتا جسے کسی شرعی حد میں مارا گیا ہو کیونکہ اس کی جان اس کے اوپر ایک واجب حق کی وصولی میں گئی ہے۔(۲۶)

امام نووی نے اخروی شہیدوں کو شمار کرتے ہوئے لکھا:

وکذاالمقتول قصاصا او حدالیس بشهید۔(۲۷)

ترجمہ: یعنی حد اور قصاص میں مارا جانے والا اخروی ثواب کے اعتبار سے بھی شہید نہیں۔

تیسری شرط۔قتل پر مالی معاوضہ نہ ہو:

قانونی اور شرعی اعتبار سے جس پر شہید کے دنیوی احکام (غسل نہ دینا اور خون آلود کپڑوں سمیت کفن دینا وغیرہ) لاگو ہوتے ہیں اس کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مقتول اپنی جان کے بدلے کوئی مالی معاوضہ (دیت قسامت وغیرہ) نہ چھوڑے چنانچہ جو آدمی غلطی سے مار دیا گیا مثلاً قاتل کسی نشانہ پر گولی

چلا رہا تھا کہ کسی آدمی کو جا لگی یا شبہ عمد سے مار دیا گیا مثلاً کسی چھوٹی لاٹھی لگنے سے مرگیا یا ہاتھ پاؤں کی چوک لگانے سے مرگیا یا کسی اور ایسی چھوٹی موٹی چیز سے مرگیا جس سے عموماً آدمی نہیں مرتا تو یہ سب صورتیں قتل شبہ عمد کی ہیں اور قتل شبہ عمد میں دیت (جان کا مالی معاوضہ) واجب ہوتی ہے۔ نہ کہ قصاص۔ یہ دیت کا واجب ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ جرم شدید نہ تھا۔ لہٰذا اس طرح مرنے والا آدمی شہدائے احد کے معنی میں نہ ہوگا۔

احناف کے نزدیک اگر شہر میں رات کے وقت چور آ کر کسی آدمی کو مار دیں یا شہر سے باہر ڈاکو کسی آدمی کو قتل کر دیں تو وہ مقتول شہید ہوگا کیونکہ مقتول نے یہاں اپنے نفس کا عوض یعنی دیت نہیں چھوڑی۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی دن دہاڑے شہر کے اندر کسی آہنی ہتھیار سے یا آہنی ہتھیار کا کام دینے والے ہتھیار سے مار دیا جائے جس سے قصاص واجب ہوتا ہو نہ کہ دیت تو مقتول شہید ہوگا۔ مگر باقی ائمہ کے نزدیک جیسا کہ پیچھے گزرا، شہید نہ ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں بطور ظلم قتل کی ان تمام شکلوں میں جن میں قصاص لازم آتا ہو نہ کہ خون بہا، مقتول شہید ہوگا۔ کیونکہ قصاص کا واجب ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ قتل عمد میں کوئی شبہ نہیں پایا گیا اور ظلم ہر لحاظ سے ثابت ہوگیا ہے لہٰذا وہ مقتول شہدائے احد کے معنی میں ہوگا اور شہید ہوگا۔ اس کے برعکس قتل کی ان تمام شکلوں میں جن میں قاتل پر مقتول کی دیت لازم آتی ہو، مقتول قانونی شہید نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ دیت مقتول کا بدل ہے اور بدل جب اسے موصول ہوگیا تو مبدل ایک اعتبار سے بوجہ اپنے بدل کے باقی ہونے کے باقی کے مانند ہوا اور اس چیز نے شہادت کے اندر خلل واقع کر دیا۔ (۲۸)

چوتھی شرط۔ مقتول موقع پر مر جائے:

قانونی شہید کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کی موت موقع قتل پر ہی واقع ہو۔ اس شرط میں اصل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو جب زخمی کر دیا گیا تو آپ کو اپنے گھر لے جایا گیا۔ اس کے بعد دو دن تک زندہ رہے پھر انتقال فرمایا تو آپ کو غسل دیا گیا حالانکہ انہیں نبی اکرم ﷺ شہید قرار دے چکے تھے اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی غسل دیا گیا حالانکہ وہ بھی شہید تھے اس کے برعکس حضرت عثمانؓ کی شہادت چونکہ موقعہ پر ہی بلوائیوں کے ہاتھوں واقع ہوئی تھی اس لئے آپ کو غسل نہیں دیا گیا۔

فقہاء نے اس کے لئے ''ارتثات'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے لغوی معنی پرانا ہونے کے

وقت محنت می بری ز اللہ بو	چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو

ہیں۔ہدایہ میں ہے:

ومن ارتث غسل وهو من صار خلقا فی حکم الشهادة لنیل مرافق الحیاة لان بذالک یخف اثر الظلم فلم یکن فی معنی شهداء احد۔(۲۹)

ترجمہ: اور جو شخص میدان جنگ سے زخمی حالت میں لایا جائے اسے غسل دیا جائے اور یہ وہ شخص ہے جو شہادت کے حکم میں پرانا ہو جائے اس لئے کہ اس نے دنیا کی کچھ لذات کو پالیا جس سے ظلم کا اثر ہلکا ہو گیا ہے لہٰذا وہ شہدائے احد کے معنی میں نہ ہوا۔

کیونکہ شہدائے احد نے میدان جنگ میں موقعہ پر ہی جام شہادت نوش کیا حتیٰ کہ یہاں تک مروی ہے کہ بعض شہداء پر پانی کا پیالا پیش کیا جاتا رہا مگر انہوں نے درجہ شہادت میں کمی کے خوف کے باعث پانی کا پیالا قبول نہ کیا۔(۳۰)

پھر اس ارتثات (شہادت کے پرانا ہونے) کی کئی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ زخمی کوئی چیز کھائے پیئے، کوئی چیز دے، سوئے، اس کا علاج معالجہ کیا جائے، میدان جنگ سے اٹھا کر خیمہ میں لایا جائے اور وہ بقائمی عقل وحواس اتنا وقت زندہ رہے کہ اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے یا کافی دیر لمبی گفتگو کرے یا کسی دنیوی بات کی وصیت کرے۔البتہ امور آخرت کے بارے میں وصیت کے اندر اختلاف ہے یعنی زخمی ہونے کے بعد اگر وہ اتنی دیر ہی زندہ رہا ہے کہ کسی اخروی معاملے میں اس نے وصیت کی ہے تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ ارتثات ہے اور بعض کے نزدیک ارتثات نہیں۔

ایک ایمان افروز وصیت:

آخرت سے متعلق وصیت کی مثال میں فقہاء کرام نے حضرت سعد بن ربیعؓ کی ایک بڑی ایمان افروز وصیت لکھی ہے۔وہ یہ کہ غزوہ احد کے دن بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے اور جب جنگ تھمی تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کیا کوئی آدمی سعد بن ربیعؓ کے بارے میں معلوم کرے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا؟ بنی نجار سے عبداللہ ابن عبدالرحمٰنؓ نے عرض کیا یہ خدمت میں سرانجام دیتا ہوں چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے حضرت سعد کو مقتولوں کی صف کے اندر زخمی حالت میں پایا۔وہ آخری سانس لے رہے تھے۔حضرت عبداللہ نے ان سے کہا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے آپ کے زندہ یا

شہید ہو جانے کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

انا فی الاموات فابلغ رسول الله صلی الله علیه وسلم عنی السلام وقل له ان سعد بن الربیع یقول جزاک الله عنا خیر مایجزی نبی عن امته وابلغ قومک عنی السلام وقل لهم ان سعد ایقول لاعذرلکم عندالله تعالیٰ ان یخلص الی نبیکم وفیکم عین تطرف۔(۳۱)

ترجمہ: میں مردوں (شہداء) میں شامل ہو چکا ہوں لہٰذا ایک تو اللہ کے رسول ﷺ (میرے محبوب ﷺ) کو میری طرف سے ہدیہ سلام پیش کر دینا اس کے بعد عرض کرنا کہ سعد بن الربیع کہہ رہا ہے کہ باری تعالیٰ آنجناب ﷺ کو ہماری طرف سے وہ جزائے خیر عطا فرمائے جس کا ایک نبی اپنی امت کی جانب سے مستحق ہوسکتا ہے دوسرے اپنی قوم کے لوگوں کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور میرا یہ پیغام دے دینا کہ خدانخواستہ اگر تمہارے نبی مکرم ﷺ کو اس حال میں کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ تھا تو باری تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس کے فوراً بعد ان کی روح پرفتوح قفص عنصری سے پرواز کرگئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ مرتث آدمی (جس کی شہادت پرانی ہوجائے) اگرچہ دنیا کے حکم (غسل کفن وغیرہ) میں تو شہید نہیں مگر ثواب اور درجات میں بلاشبہ وہ شہداء کے زمرے میں داخل ہے۔

پانچویں شرط۔ مقتول مسلمان ہو:

قانونی طور پر شہید کی پانچویں شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو۔ غیر مسلم چاہے ظلماً قتل کیا جائے اسے شہید نہیں کہا جائے گا۔ غیر مسلم کے قتل کئے جانے کی صورت مثلاً یہ ہے کہ کوئی ذمی آدمی مسلمانوں کی معیت میں جنگ کے لئے نکلے اور جنگ میں مارا جائے تو اسے غسل کفن وغیرہ دیا جائے گا کیونکہ راہ جہاد میں جان دینے والے مسلمان کو غسل نہ دینا اس کے واسطے بطور کرامت اور بطور اعزاز ثابت ہے اور

قرب کے لئے اوپر یا نیچے جانا نہیں ہے، اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے۔

غیر مسلم آخرت میں کسی اعزاز کا مستحق نہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد ن اشتدت به الریح فی یوم عاصف ط لا یقدرون مما کسبوا علیٰ شئی (سورہ ابراہیم:۱۸)

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ایسی ہے کہ ان کے اعمال گویا راکھ ہیں جس کو آندھی کے دن ہوا اڑا کر لے گئی ہو جو کچھ انہوں نے دنیا میں کمایا تھا اس میں سے کچھ بھی (بروز قیامت) ان کے ہاتھ میں نہ ہوگا۔

چھٹی شرط۔ مکلّف ہو:

قانونی شہید کی چھٹی شرط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مکلف یعنی عاقل بالغ ہو چنانچہ بچہ اور مجنوں آدمی کو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غسل کفن دیا جائے گا جبکہ صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) اور باقی ائمہ کے نزدیک یہ چیز شرط نہیں ہے۔ ان کے خیال میں بچہ اور مجنون پر شہید کا حکم لاگو ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بچہ یا مجنون آدمی جب ظلماً قتل کیا جائے اور وہ اپنی جان کا کوئی عوض بھی نہ چھوڑے تو اس میں شہید کا مفہوم ثابت ہو گیا لہٰذا وہ عاقل بالغ آدمی کی طرح شہید ہوگا۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کا کہنا یہ ہے کہ غسل نہ دینے کا حکم شہدائے احد کے حق میں بطور کرامت اور بطور بزرگی وارد ہے تو جو آدمی کرامت کے استحقاق میں ان کے مساوی نہ ہوگا اس کے بارے میں یہ حکم وارد نہ ہوگا۔

ساتویں شرط۔ جنابت سے پاک ہو:

قانونی طور پر شہید کی ساتویں شرط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ جنبی (ناپاک) نہ ہو۔ جبکہ امام ابو یوسف امام محمد اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ کوئی آدمی جنبی حالت میں مرا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسے غسل دینا ہوگا جبکہ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک وہ قانونی طور پر شہید ہے اور اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ پھر اس پر طرفین کے اپنے اپنے دلائل ہیں۔ الغرض مندرجہ بالا سات شرائط جس آدمی میں پائی جائیں گی قانونی اور شرعی طور پر وہ شہید کہلانے کا مستحق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ عنداللہ بھی شہید ہے یا نہیں کیونکہ شرعی احکام کا دارومدار ظاہر پر ہے۔ مگر ہمارے دور میں لفظ شہید کے تقدس کو پیش نظر رکھا جاتا اور ہر کہ ومہ کی موت کو خواہ وہ کسی بھی طرح پر واقع

ہوئی ہو شہادت کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ لفظ قرآن کریم اور احادیث سے ماخوذ ہے اور اس کے اطلاق کے لئے بڑی کڑی شرائط ہیں جن کا کسی قدر تذکرہ گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ یہ لفظ اسلامی اصطلاحات میں آج داخل نہیں ہوا ہے بلکہ اس لفظ پر چودہ صدیاں بیت چکی ہیں اور اس کا حقیقی مفہوم متعین ہو چکا ہے جس کی صورت تقریباً اجماعی ہے۔

حواشی

۱۔ سید محمد مرتضی الزبیدی: تاج العروس: ۸: ۲۵۴ طبع کویت ۱۹۷۰ء۔

۲۔ مشکوۃ المصابیح: طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ ص ۳۳۱

۳۔ ملا علی قاری: مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۷: ۲۸۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۴۔ الزبیدی۔ تاج العروس: ۸: ۲۵۴، ۲۵۵ طبع کویت۔

۵۔ سورۃ آل عمران۔

۶۔ الف: البناء: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۷: ۱۸۶ طبع قاہرہ۔

ب: سلیمان بن اشعث۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۴۷ طبع کانپور۔

۷۔ احمد بن شعیب النسائی: سنن نسائی: ۱: ۲۰۳ طبع نور محمد کراچی۔

۸۔ احمد عبدالرحمٰن البناء: بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی: ۷: ۱۸۷ طبع قاہرہ۔

۹۔ ملا علی قاری: مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۷: ۲۸۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۱۰۔ فتح الباری: ۶: ۴۴ طبع لاہور۔

۱۱۔ مشکوۃ المصابیح: ۱۳۶ طبع سعید کمپنی کراچی۔

۱۲۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح بخاری: ۶: ۴۳ طبع لاہور۔

۱۳۔ (امام محمد بن عیسی ترمذی: جامع ترمذی: ۲۲۳ طبع نور محمد کراچی)۔

۱۴۔ (مشکوۃ: ۳۳۳ طبع سعید کمپنی کراچی)۔

۱۵۔ ابن عابدین: حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار: ۲: ۲۵۲۔ ۲۵۳ طبع مصر ۱۹۶۶ء۔

۱۶۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح بخاری: ۶: ۴۴ طبع دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۱۷۔ امام یحیی بن شرف نووی: روضۃ الطالبین: ۲: ۱۱۹۔

۱۸۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح بخاری: ۶: ۴۴ طبع لاہور۔

جو اس خدا کے سامنے سر رکھ دے وہی بادشاہ ہے۔ خاکی دنیا کے علاوہ وہ سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

۱۹۔ حاشیہ ردالمحتار: ابن عابدین شامی: ۲: ۲۴۸۔
۲۰۔ مرغینانی: ہدایہ مع الدرایہ: ۱: ۱۶۳ طبع مجتبائی دہلی۔
۲۱۔ امام مالک: المدونۃ الکبریٰ: ۱: ۱۸۳۔ ۱۸۴ طبع بیروت
۲۲۔ امام شافعیؒ: کتاب الام: ۱: ۲۶۸ طبع بیروت۔
۲۳۔ الف: الزیلعی: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۱: ۲۴۷ طبع مصر ۱۳۱۳ھ
ب: کاسانی: بدائع الصنائع: ۱: ۳۲۳: طبع سعید کمپنی کراچی۔
۲۴۔ امام مالک: المدونۃ الکبریٰ: ۱: ۱۸۳ طبع بیروت
۲۵۔ کاسانی۔ بدائع الصنائع: ۱: ۳۲۰ طبع سعید کمپنی کراچی۔
۲۶۔ سرخسی: المبسوط: ۲: ۵۲ طبع مصر ۱۳۲۴ھ۔
۲۷۔ امام نووی: روضۃ الطالبین: ۲: ۱۱۹۔
۲۸۔ کاسانی۔ بدائع الصنائع: ۱: ۳۲۱۔
۲۹۔ مرغینانی۔ ہدایہ: ۱: ۱۶۴۔
۳۰۔ مرغینانی۔ ہدایہ: ۱: ۱۶۴
۳۱۔ کاسانی۔ بدائع الصنائع: ۱: ۳۲۲۔

☆☆☆☆☆☆☆

اسکولوں اور دینی مدارس کے طلباء وطالبات کے لئے!

مختصر نصابِ حدیث

(سوالاً جواباً)

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

مارمیت از رمیت،، خوانده   لیک جسمی در تحری مانده